جدید مسائل اور انکا فقہی حل

مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب، صدر شعبہ افتاء، مدرسہ نصرت العلوم، گوجرانوالہ

عنوان بالا کے تحت اس وقت چند مسائل کا بیان مقصود ہے :

① بیمہ اور اس کی شرعی حیثیت
② مروجہ کمیٹی کی چند صورتیں اور ان کا شرعی محاسبہ
③ گروی رکھی ہوئی چیز سے قرض دینے والے شخص کا نفع اٹھانا
④ سودی نظام سے بچنے کے لئے اسلامی ہدایات

① بیمہ اور اُس کی شرعی حیثیت

" یا یہا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون " [۱]

ترجمہ: " ایمان والو! شراب، جُوا، بُت اور پانسے گندگی ہیں۔ شیطان کا کام ہے، ان سے اجتناب کرو تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو "

امام ابوبکر احمد جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۷۰ھ جوا کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ :

" وقال قوم من اهل العلم القمار كله من الميسر واصله من

[۱] سورہ مائدہ آیت ۹۰ رکوع ۱۲

تیسیر امر الجزور بالاجتماع علی القمار فیہ وھو السہام التی یجیلونھا فمن خرج سہمہ استحق منہ ما توجبہ علامۃ السہم فربما أخفق بعضہم حتیٰ لا یخطئ بشیئ و ینجح البعض فیحظی بالسہم الوافر وحقیقتہ تملیک المال علی المخاطرۃ"[1]

ترجمہ: "اہلِ علم کی ایک جماعت نے قمار کی جملہ اقسام کو میسر قرار دیا ہے۔ یہ لفظ تیسیر سے مشتق ہے، بمعنی آسان کرنا، اہلِ عرب اُونٹ ذبح کرکے جب اس کے حصے بنا لیتے تھے تو اس کی تقسیم میں جوئے سے کام لیتے تھے۔ اس کو تقسیم کا بہتر اور آسان طریقہ خیال کرتے تھے۔ چند تیروں کو اپنی وضع کردہ اِصطلاح کے مطابق اِدھر اُدھر چلاتے جس کا تیر نکل آتا اور اس پر جو علامت ہوتی اتنا حصہ اُسے مل جاتا۔ کبھی کسی کے تیر کی ایسی حرکت ہوتی کہ اُسے کچھ نہ ملتا اور دوسرا شخص کامیاب ہو جاتا، اور اپنے حصہ سے بھی زیادہ لے لیتا اور اس کا دار و مدار ایک دوسرے کو فکر اور اندیشے کی بنا پر مال کا مالک بنا دینا ہوتا ہے۔ ہر شخص نتائج سے قبل ایک فکر میں مبتلا ہوتا ہے کہ اُسے کیا ملے گا۔ کم، زیادہ یا وہ صفر کے درجہ میں ہوگا۔ اس میں اُسکی محنت عمل اور شرکت معاملہ کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ جو اضافی رقم اس کو ملی ہے۔ وہ اُس کی محنت اور سعی کا صلہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ رقم عقد اور معاملہ میں اس شرط کے باعث حاصل ہوئی ہے کہ اس سے قبل اس شرط کا وجود اور عدم ہر شریک کے لئے خطرے اور تشویش کا موجب ہے۔ بیع و شرائط کے عقد اور معاملات میں جہاں جس کی ایک شق میں بھی تردد اور خطرہ پایا جاتا ہو، بجائے فائدہ کے نقصان کا اندیشہ لاحق ہو۔ اس میں نقصان کی اس شرط کو ملحوظ رکھا گیا ہو کہ فریقین اس سودے پر مقررہ میعاد تک رضامند ہو جائیں تو فبھا ورنہ اگر مشتری اس سودے کو مسترد کر دے تو بطور تاوان اس کی رقم ضبط کر لی جائے گی اور اگر بائع کو منظور نہ ہو تو بیعانہ سے دوگنی رقم کا ادا کرنا اسپر لازم ہوگا۔"

---

[1] احکام القرآن جلد ۲، ص ۴۶۵

اس شرط کی وجہ سے یہ عقد باطل ہے۔ اس تردد اور اندیشہ کے اختلاط سے ساری محنت اکارت ہوئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیع عربان سے منع کرنا اسی مقصد پر مبنی ہے:

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع العربان، قال مالک وذالک فیما نری واللہ اعلم۔ یشتری الرجل العبد او الولیدۃ او یتکاری الدابۃ ثم قال للذی اشتری منہ او تکاری منہ أعطیتک دیناراً او درھما او اکثر من ذلک او اقل علی أنی ان اخذت السلعۃ او رکبت ما تکاریت منک فالذی اعطیتک من ثمن السلعۃ او من کراء الدابۃ وان ترکت ابتیاع السلعۃ او کراء الدابۃ فما اعطیتک لک باطل بغیر شیئ" [1]

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عربان نامی بیع سے نہی فرمائی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (واللہ اعلم) ہمارے ہاں اس کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص غلام یا لونڈی خرید کرتا ہے یا کرایہ پر سواری کے متعلق بات طے کر لیتا ہے۔ پھر جس سے سامان خریدا ہے۔ اس کو یا سواری کے مالک کو کہتا ہے۔ میں تمہیں ایک دینار یا درہم یا اس سے کم و بیش رقم دیتا ہوں۔ اس شرط پر کہ اگر میں نے سامان اُٹھالیا اور کرایہ کی سواری پر سواری کر لی تو یہ رقم سامان کی قیمت یا سواری کے کرایہ میں شمار ہوگی اور اگر میں نے سامان کی خریداری اور جانور کی سواری چھوڑ دی تو پیشگی رقم جو میں نے جمع کرائی ہے، وہ تیری ہے، تو یہ عقد باطل ہے۔"

نیل الاوطار میں علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ بیع عربان میں نہی کی علت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"والعلۃ فی النہی عنہ اشتمالہٗ علی شرطین فاسدین احدھما شرط کون ما دفعہ الیہ یکون مجانا ان اختار ترک السلعۃ والثانی شرط الرد علی البائع اذلم یقع منہ الرضا بالبیع" [2]

---

[1] زرقانی جلد ۳، ص ۹۴، ۹۵ [2] (۳ - ۹۵) اعلاء السنن ج ۱۴، ص ۱۶۶

ترجمہ: "عربان نامی بیع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے روکا ہے کہ اس میں دو فاسد شرطیں پائی جاتی ہیں۔ خریدار اگر سودا چھوڑ دیتا ہے تو شرط کی وجہ سے اس کی پیشگی رقم مفت میں گئی اور اگر بیچنے والا رضامند نہ ہو تو بطور شرط کے اُسے دُگنا دینا پڑتا ہے۔"

اس بیع میں جُوا اور ربا، دونوں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ پہلی صورت میں مشتری کی رقم ضائع ہوئی۔ بائع کو بیع کے ساتھ کچھ اور بھی مل گیا۔ یہ ربا ہے۔ دوسری صورت میں مشتری کو پیشگی رقم کی واپسی کے ساتھ اتنی رقم اور بھی مل گئی اور مقررہ مدت کی آمد سے پہلے معلوم نہیں تھا۔ ہر شخص تاوان سے ہراساں تھا اور انعام کی فکر میں تھا کہ تاوان کس پر پڑتا ہے۔ یہ بعینہٖ قمار ہے۔

بیمہ میں جمع کردہ رقم حادثے اور موت کی صورت میں حسب شرائط کسی ایک فرد کو مل جاتی ہے تو اس میں مذکورہ بالا قمار کا وصف پایا جاتا ہے۔ ایک شخص کو مثلاً اضافی رقم بلا عوض حاصل ہو گئی۔ جس میں اس کی محنت کا دخل نہیں ہے کیونکہ موت اور حادثہ تصرف میں نہیں ہیں۔ غور کا مقام ہے کہ کیا اس صورت میں رحم و کرم اور محبت کا کوئی معمولی سا پہلو بھی نظر آتا ہے۔ حادثہ اور موت کا تعلق تو قضا اور قدر سے ہے۔ اس کے پیش آ جانے پر غیر اختیاری طور پر دوسروں کا مال چند ایک اشخاص کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، جس میں اس کی مرضی اور اختیار کا دخل نہیں۔ اس غیر اختیاری کام پر کسی نے کسی کو کیا دیا اور اس پر کسی کو کیا اجر و ثواب حاصل ہوا۔

یہ ممکن نہیں کہ بعض شرکاء ایسے بھی ہوں، جن کی یہ تمنا ہو کہ یہ رقم میرے خاندان کو مل جاتی اور یہ حادثہ مجھے پیش آ جاتا، کتنے لوگ ہیں، جو مصائب سے تنگ آ کر خودکشی کر لیتے ہیں۔

یہ امرِ واقع ہے کہ لوگ بیمہ شدہ املاک کو اسی وجہ سے نقصان پہنچاتے ہیں۔ کارخانے اور فیکٹریوں کو آگ لگا دیتے ہیں۔ جس سے سرمایہ کا بہت بڑا نقصان ہوتا

ہے اور ملک کو ناقابل تلافی نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔

شریعتِ اسلامیہ میں بیمہ کی متبادل صورت شریعت اسلامیہ میں اس کی ایک متبادل صورت وہ ہے۔ جس کو اعانت علی نوائب الحق سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی آسمانی آفات او مصائب کے پیش آجانے پر عامۃ الناس کی امداد کرنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ میں آیا ہے کہ :

وہ مسافر کو اونٹ پر سوار کرتے ہیں۔ بیکار کو روزگار تلاش کر دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واقع ہونے والے حوادث پر لوگوں کی ہنگامی امداد و تعاون کرتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

إنك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقری الضيف وتعين على نوائب الحق ۔ [1]

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حادثہ یا طبعی موت پیش آجائے تو اسلام میں ان دونوں کا حل موجود ہے۔

دوسرا حل بیت المال میں مستقل طور پر ایسے شعبہ کا قیام جس میں ہنگامی ضرورتوں کو پورا کیا جاتا ہو۔ عمل میں لایا جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو اپنی وفات سے چار روز قبل یہ اعلان کیا تھا:

لان سلمنی اللہ لادعن ارامل اھل العراق لا یحتجن الی رجل بعدی ابداً۔ [2]

ترجمہ: "اگر خدا نے مجھے زندہ رکھا تو میں آئندہ عراق کی بیوہ عورتوں کے لئے ایسا روزگار مہیا کروں گا کہ وہ میرے بعد کسی کی محتاج نہیں ہوں گی"

فرض کرو شرکار کار کے علاوہ کسی اَور شخص کو جوان سے کمزور ہو، قابل رحم ہو اور اسے جان و

---

[1] بخاری جلد ۱ ص ۳ [2] بخاری جلد ۱ ص ۵۲۳

مال اور آبرو تک کا حادثہ پیش آجائے تو اس فنڈ سے اسی کے لئے کوئی ایسی شق موجود ہے۔ جس کی رُو سے اس کی مشکل حل کی جاسکتی ہو؟

اِسلام کے اصولوں کو دیکھئے تو وہ پیشگی شرائط کے بغیر مسلم اور غیر مسلم کی تفریق کے بغیر حادثہ سے دوچار ہونے والے ہر شخص کی مدد کو اخلاقی طور پر ضروری قرار دیتا ہے۔ اسمیں وقتی طور پر ہنگامی امداد اور دائمی طور پر بیت المال کی شکل میں اس کا صحیح حل بتلاتا ہے۔

قرآن ربا جیسی برائی کا ارتکاب کرنے والوں کو توبہ کے بعد وسعتِ قلبی کی تلقین کرتا ہے کہ قرضدار کو قرض میں تا وقت سہولت مہلت دے دو اور اگر ان کو اصل مال ہی معاف کر دو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

وان کان ذو عسرة فنظرة الی میسرة وان تصدقوا خیر لکم۔[1]

اِسلام نے قرض خواہ اور قرض دار کو ایک دوسرے کے ساتھ جس نرمی اور سہولت کا درس دیا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے اپنی حیاتِ طیبہ میں اُسکا عملی نمونہ پیش کیا ہے۔

بخاری شریف میں ہے:

عن کعب بن مالك انه تقاضی ابن ابی حدرد دینا کان له علیه فی المسجد فارتفعت اصواتهما حتی سمعها رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو فی بیته فخرج الیهما حتی کشف سجف حجرته فنادی یا کعب قال لبیك یا رسول الله قال ضع من دینك واوما الیه ای الشطر قال لقد فعلت یا رسول الله قال قم فاقضه[2]

ترجمہ: کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے مسجد میں ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے اپنے قرض کا مطالبہ کیا۔ ان کی آوازیں اتنی بلند ہوگئیں کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سُن لیں۔ آپ گھر میں تھے۔ اُن کی طرف آئے،

---

[1] البقرہ، آیت ۲۸۰ رکوع ۳۸ [2] بخاری جلد ۱ ص ۶۵

حجرے کا پردہ کھولا اور آواز دی۔ اے کعب! اس نے کہا۔ میں حاضر ہوں، یا رسول اللہ: آپ نے اشارہ سے اُسے کہا کہ اپنے قرض کا نصف حصہ چھوڑ دو۔ اُس نے جواباً کہا۔ میں نے ایسا ہی کیا یا رسول اللہ! دوسرے سے آپ نے فرمایا اُٹھو اور اس کا قرض فی الفور ادا کر دو۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں دوستانہ مشورہ کے ساتھ ساتھ مربیانہ تحکم اور اصلاح بھی ہے۔ کیوں نہ ہو آپ کو تو اس اُمت کے اعلےٰ اخلاق کی تعلیم کے لئے مبعوث فرمایا گیا ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کا اشارہ پاکر کس طرح آپ کے حکم کی تعمیل کی۔

افسوس کہ جو لوگ اسلامی ہدایات کی بجائے جدید کافرانہ اصلاحات پر فریفتہ ہیں اور انسانی دُکھ درد کا مداوی اس میں تلاش کرتے ہیں۔ وہ اسلامی تعلیم سے کس قدر بے بہرہ ہیں۔

یہ تو اس فریق کا حال تھا۔ جس کو بیمہ و انعامی بانڈ کی رغبت دلا کر شریک بنا لیا جاتا ہے۔ لیکن وہ ادارے جو یہ کاروبار کرتے ہیں اور اس کا ذمہ اُٹھاتے ہیں۔ ان کے پیش نظر بہت بڑی منفعت ہوتی ہے۔ لوگوں کو انعام کا لالچ دیکر ان سے پیسہ بٹورتے ہیں اور تھوڑے عرصہ میں لاکھوں روپے کما لیتے ہیں۔ اگر دو چار آدمیوں کو اعلےٰ اوسط اور ادنےٰ انعام دینا پڑے تو اس سے ان کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نیز وہ فرمیں جو پوری رقم واپس کرتی ہیں۔ درمیانی مدت میں وہ بھی اچھی خاصی سودی رقم کما لیتی ہیں۔

بیمہ زندگی اور اس کے بنیادی دلائل بالکل سطحی غیر معقول اور خود غرضی پر مبنی ہیں۔ شرعی اصولوں سے ٹکراتے ہیں۔ ان میں انسانی ہمدردی نام کو نہیں۔ ہمدردی کا محض دعویٰ ہے اسلامی اصول بالکل ٹھوس اور واضح ہیں۔ فوائد اور نتائج کے اعتبار سے فطری اور ابدی ہیں جن میں ہر نوع بنی انسان کی فلاح و بہبود کا خیال رکھا گیا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ان اصولوں پر کاربند رہ کر ان کی از سر نو تجدید کی جائے اور اسلامی معاشرے میں ان کے نفاذ کی کوشش کی جائے۔